(۲)

مسیحی جرائد کے آئینے میں

☆ڈاکٹر جان جوزف کی خودکشی

اخباری بیانات کے مطابق کا تھولک بشپ ڈاکٹر جان جوزف نے ایوب مسیح پر توہین رسالت کے قانون ۲۹۵-سی کے تحت ساہیوال کے سیشن جج کی طرف سے پھانسی کی سزا کے خلاف احتجاج کے طور پر بدھ ۶ مئی ۱۹۹۸ء کو ساڑھے نو بجے رات سیشن کورٹ ساہیوال کی عدالت کے باہر اچانک اپنی کنپٹی پر پستول کا فائر کر کے خودکشی کر لی۔ ان کی خودکشی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح دنیا بھر میں پھیل گئی اور ایک مرتبہ پھر ۲۹۵-سی کا متنازعہ قانون زیر بحث آگیا اور اسے یکسر منسوخ یا فول پروف حد تک اس میں ترمیم کر کے اقلیتوں کو اس کے ناجائز استعمال سے تحفظ دینے کی بحث ایک مرتبہ پھر شروع ہوگئی۔

ڈاکٹر جان جوزف کی ناگہانی وفات مسیحی قوم، بلکہ ملک و ملت کے لیے بھی ایک سانحہ عظیم ہے۔ ان کی وفات "موت العالم، موت العالم" کے مترادف ہے۔ بشپ ڈاکٹر جان جوزف کی وفات کے بارے میں ابھی بحث و تمحیص جاری ہے جس کے نتائج جلد ہی سامنے آجائیں گے، لیکن ایک بات ہے کہ ڈاکٹر بشپ جان جوزف ایک عوام دوست مذہبی رہنما تھے اور پاکستان کے واحد بشپ تھے جنہیں عوامی بشپ کہا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ پروٹوکول کلچر کی پروا نہیں کرتے تھے، بلکہ ہمیشہ عوام میں گھل مل جاتے تھے۔ انہیں اردو ادب سے گہرا شغف تھا۔ مرحوم نے اردو ادب میں پی-ایچ-ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ عظمت انسانیت کے لیے ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مرحوم مسیحی اور مسلم حلقوں میں یکساں مقبول و ہر دل عزیز تھے۔ مسیحی۔ مسلم مکالمہ اور رابطہ ان کے خاص شعبے تھے۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت کے بارے میں ابھی بہت کچھ لکھا اور کہا جائے گا۔ وہ اپنی ۶۵ سالہ زندگی میں جو لافانی نقوش چھوڑ گئے ہیں وہ ہمیشہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ کا کام دیں گے۔

بشپ جان جوزف ۱۵ نومبر ۱۹۲۲ء کو خوشپور میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ جنوری ۱۹۶۰ء کو کاہن بنے، ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو انہیں بشپ نامزد کیا گیا۔ ۹ جنوری ۱۹۸۱ء کو انہیں کا تھولک چرچ فیصل آباد ڈایوسیس کا معاون بشپ مقرر کیا گیا۔ اور بشپ پال اندریوتی کی ریٹائرمنٹ پر ۲۵ جنوری ۱۹۸۴ء کو

انہیں فیصل آباد ڈایوسیس کا بشپ مقرر کیا گیا۔ بشپ جان جوزف پاکستان میں کاتھولک چرچ آف پاکستان کے پہلے پنجابی بشپ تھے۔ ڈاکٹر بشپ جان جوزف کے لیے خصوصی عبادت ان کے آبائی گاؤں خوشپور (فیصل آباد) میں منعقد ہوئی جس کی قیادت جمعہ ۸ مئی ۱۹۹۸ء کو فضیلت ماب آرچ بشپ آف کراچی سمعین پریرا نے ادا کی، جب کہ حیدر آباد کے ریٹائرڈ بشپ بوناونچر بھی وہاں موجود تھے۔ انہیں بعد ازاں حسب روایت فیصل آباد کا تھولک کیتھڈرل کے احاطہ میں اتوار ۱۰ مئی ۱۹۹۸ء کو ہزاروں اشک بار آنکھوں کے سامنے آسودہ خاک کر دیا گیا۔ اس موقع پر نماز جنازہ فضیلت ماب آرچ بشپ آف لاہور آرمانڈو ٹرینڈاڈ نے ادا کی۔

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

(اداریہ ماہنامہ "شاداب"، لاہور- مئی ۱۹۹۸ء)

☆بشپ جان جوزف کا انتقال-بشپ آف لاہور کا ردِ عمل

بشپ آف لاہور ڈاکٹر الیگزنڈر جان ملک نے کہا ہے کہ اگر مسیحی بستیاں جلانا بند نہ کی گئیں تو ہم اپنے تحفظ کے لیے "سپاہ مسیحا" بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ وہ---بشپ جان جوزف کی خود کشی کے حوالے سے پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم شانتی نگر کی طرح کوئی مسیحی بستی جلنے نہیں دیں گے۔ اس موقع پر ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ "سپاہ مسیحا" ہوگی اور ہم اپنے تحفظ کے لیے اس میں ایک نہیں کئی ریاض بسرا پیدا کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ۲۹۵- سی کا قانون دراصل اقلیتوں کو ڈرانے دھمکانے، جھکانے، غلام بنانے اور قتل کرنے کا لائسنس ہے اور اس سے مذہبی محاذ پر قتل و غارت کو قانونی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اسی لیے جب سے یہ قانون نافذ ہوا ہے، کئی لوگوں کو عدالتوں تک پہنچنے سے پہلے ہی مذہب کے ٹھیکیداروں نے قتل کر دیا۔ فیصل آباد کے مشہور شاعر نعمت احمر کو ایک انتہا پسند نے دفتر میں جا کر قتل کر دیا، جب کہ نعمت احمر کے خلاف نہ تو ایف - آئی - آر تھی اور نہ ہی مقدمہ۔ اس ضمن میں مزید افسوس کی بات تو یہ ہے کہ پھر قاتل کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور بازاروں میں مٹھائی بانٹی گئی۔ طاہر اقبال کو جیل کے اندر مار دیا گیا، جب کہ اس کے مقدمہ کی سماعت ابھی جاری تھی۔ منظور مسیح کو لاہور ہائی کورٹ کے باہر قتل کر دیا گیا۔ گوجرانوالہ کے اسد فاروق [فاروق سجاد] کو اس کے گھر سے گھسیٹ کر باہر سر عام پتھراؤ کر کے مار دیا گیا۔ ایوب مسیح پر عدالت کے احاطہ میں فائرنگ ہوئی۔ اس طرح صورت حال اب یہ ہے کہ جس کسی پر بھی توہین رسالت کا الزام لگ جائے یا لگوا دیا جائے تو

لوگ اس شخص کو قتل کرنا باعثِ ثواب اور ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ کوئی بھی وکیل ۲۹۵۔سی کے مقدمہ کو لینے کو تیار نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مقدمہ لینے کو تیار ہو بھی جائے تو انتہا پسند اسے ڈراتے دھمکاتے رہتے ہیں۔ اس لیے بشپ جان جوزف کی ایک مایوسی یہ بھی تھی کہ ایوب مسیح کی اپیل چونکہ ملتان بینچ میں ہونا تھی اور کوئی بھی نامور وکیل یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہ تھا۔ اسی طرح کوئی بھی جج خوشی سے توہین رسالت کا کیس سننے کے لیے تیار نہیں، کیونکہ انتہا پسند ان ججوں کو مار دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں اور پھر سلامت مسیح کو بری کرنے والے جج عارف اقبال بھٹی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا اور انہیں ان کے دفتر میں قتل کر دیا گیا۔ اسی طرح اگر ان لوگوں کی حالت پر غور کریں جن پر ۲۹۵۔سی کے کیس بنا دیے گئے، وہ ملک چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں یا پھر اپنے ہی ملک میں مہاجر بن کر رہ جاتے ہیں۔ مثلاً اوکاڑہ کا پروفیسر سکاٹ آج کہاں ہے؟ سیرت کی کتاب لکھنے پر صدارتی انعام یافتہ عمانوایل آج کہاں ہے؟ گل مسیح جسے عدالت نے بے گناہ قرار دیا، اس کا خاندان کہاں ہے؟ سلامت مسیح اور اس کا خاندان کہاں ہے۔ اس کے باوجود وزارت مذہبی و اقلیتی امور کی یہ رٹ کہ یہ قانون اقلیتوں کو تحفظ دینے کے لیے بنایا گیا تھا تاکہ لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لے سکیں، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، کیونکہ حقائق اس کے برعکس ہیں۔ اس قانون کے نافذ ہونے سے پہلے عدالتوں سے باہر مارے جانے کا رجحان نہ ہونے کے برابر تھا، لیکن قانون بننے کے بعد درجنوں افراد مارے جا چکے ہیں۔ یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ جس ملک کی ۹۷ فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہو، وہاں توہین رسالت کے قانون کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟ یہ امر بالکل واضح ہے کہ یہ ۳ فیصد غیر مسلم اقلیتوں کے لیے بنایا گیا ہے، اور اگر ایسا ہی ہے تو اکثریت کا یہ کہنا کہ توہین رسالت کا قانون سب پر بلا امتیاز مذہب و ملت لاگو ہے، عملاً جھوٹ اور لغو ہے۔ مثال کے طور پر مال روڈ پر ایرانی کلچرل سنٹر کو آگ لگانے کے دوران وہاں کی لائبریری میں قرآن شریف کے کئی نسخوں کو آگ لگا دی گئی، لیکن کسی بھی مسلمان کے خلاف کارروائی نہیں ہوئی۔ شانتی نگر میں بائبل مقدس کے ہزاروں نسخے جلا دیے گئے، مگر کسی مسلمان کے خلاف کارروائی نہیں ہوئی۔ کئی بار گلی یا نالوں سے قرآن شریف کے اوراق پکڑے گئے، مگر کسی کے خلاف کارروائی نہ کی گئی۔

بشپ ڈاکٹر الیگزینڈر جان ملک نے کہا کہ جب اقلیتیں دائرہ اسلام سے باہر ہیں تو پھر ان پر اسلامی شرعی قوانین کا نفاذ سراسر زیادتی اور ظلم ہے، تاہم ہم جانتے ہیں کہ اس زمرے میں مسلم علماء کی رائے میں اختلاف ہے، مگر ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا تھا کہ توہین رسالت کا قانون غیر مسلم پر لاگو نہیں ہوتا۔ بہر حال ہم ڈاکٹر جاوید اقبال سے متفق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس ضمن میں ۲۹۵۔اے تو ٹھیک ہے، کیونکہ یہ عبادت گاہوں کی بے حرمتی تک ہے، لیکن

۲۹۵- سی ٹھیک نہیں ہے اور ہماری دانست میں یہ عدالت سے عدل کا حق چھیننے کے لیے بنایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مطالبہ ہے کہ پاکستان میں جیسے غیر مسلم اقلیتوں کو زکوٰۃ اور شراب سے مستثنی قرار دیا گیا ہے، اسی طرح انہیں توہین رسالت کے قانون سے بھی مستثنی قرار دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کوئی بھی مسیحی کسی بھی نبی اور خصوصاً نبی پاک کی توہین کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ البتہ ڈر اس لیے ہے کہ ہمارے معاشرہ میں جھوٹے مقدمات بنانے کا رجحان عام ہے۔ انہوں نے وزارت مذہبی امور سے کہا کہ وہ پاکستان میں اقلیتوں کے خلاف امتیازی قوانین منسوخ کرے۔ اس موقع پر امتیازی قوانین کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کوئی مسیحی پاکستان کا صدر بن سکتا ہے، نہیں، کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔ مسلمان مرد مسیحی عورت سے شادی کر سکتا ہے، لیکن ایک مسیحی مرد مسلم عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ کیا یہ امتیازی قوانین نہیں ہیں؟ اس طرح ایک مسیحی کو مسلمان بنایا جا سکتا ہے، لیکن ایک مسلمان کو مسیحی ہونے کی اجازت نہیں۔ کیا مذہبی آزادی کی یہی تعریف ہے؟ کیا کوئی مسیحی جج ۲۹۵- سی کا مقدمہ سن سکتا ہے؟ گورنمنٹ کے سکولز اور کالجز میں مسلم بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام ہے، لیکن مسیحیوں کے لیے نہیں۔ مسلم خواتین ایگزامیز ز مسیحی بچیوں کی امور خانہ داری میں کھانے کا ذائقہ نہیں چکھتیں۔ کیا عدل و انصاف کا یہی معیار ہے؟ مسلمان طلباء کو حفظ قرآن کے ۲۰ نمبر فالتو دیئے جاتے ہیں، اب مسیحی تو حافظ قرآن نہیں ہو سکتے تو اس طرح وہ ان نمبروں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بشپ الیگزینڈر جان ملک نے صدر مملکت کے بیان کو مایوس کن قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اب وہ پہلے دن والے لبرل مسلم نہیں رہے۔ ان کے بیان سے لگتا ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کے صدر ہیں اور اقلیتوں کے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میری صدر مملکت سے استدعا ہے کہ وہ امریکہ کا نہیں، بلکہ اپنی مملکت کی اقلیتوں کا دباؤ قبول کریں۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ [پنجاب] شہباز شریف سے ہر قسم کے رابطے کی تردید کی۔ انہوں نے کہا کہ میرے تو سارے فون نامعلوم وجوہات پر خراب ہیں۔ انہوں نے بشپ جان جوزف کی خودکشی کے حوالہ سے اس سوال کے جواب میں کہ "کیا خودکشی جائز ہے؟" انہوں نے کہا کہ انہوں نے قربانی دی ہے اور ان کا مقصد نیک ہے۔ (روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، بحوالہ "شاداب" لاہور- مئی ۱۹۹۸ء)

☆جوائنٹ ایکشن کمیٹی کی طرف سے جاری کردہ بیان

متعدد سماجی تنظیموں کی طرف سے تشکیل دی جانے والی جوائنٹ ایکشن کمیٹی نے ملک میں پائی جانے والی اس صورت حال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے جو عدم رواداری کے سبب معرض وجود میں

آئی ہے۔ فیصل آباد کے انتہائی قابل احترام بشپ نے، اپنی جان کی قربانی دے کر اپنے ہم وطنوں کو عقائد میں اختلافات سے قطع نظر، اس امر کی اہمیت کا احساس دلایا ہے کہ ہمیں ہر قسم کے تعصبات اور نفرتوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ پاکستان اپنے تمام بچوں کے لیے امن کا گہوارہ بن سکے۔ بشپ جان جوزف کی طرف سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی خاطر دی جانے والی قربانی کے سلسلے میں، سرکاری ذرائع اور بعض غیر سرکاری عناصر نے عوام کو گمراہ کرنے کی جو کوششیں کی ہیں اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے، کم ہے۔ اس کے علاوہ ملک کی مقتدر شخصیات نے، جن میں وفاقی وزیر اطلاعات مشاہد حسین، وزیر برائے مذہبی امور راجہ ظفر الحق اور بذات خود صدر مملکت رفیق تارڑ شامل ہیں۔ اپنے بیانات کے ذریعے جس طرح [اُنہوں نے] زخموں پر نمک چھڑکنے اور عوام کے جذبات مجروح کرنے کی کوشش کی ہے، وہ نہ صرف انصاف کی راہ میں حائل ہونے کے مترادف ہے، بلکہ اس نے فرقہ وارانہ جنون کو بھی ہوا دی ہے۔ معاشرے کے تمام باشعور طبقے ان غیر ضروری اور اشتعال انگیز بیانات کی مذمت کرتے ہیں۔

''جوائنٹ ایکشن کمیٹی'' فیصل آباد کے پر تشدد واقعات اور عوام کے جان و مال کی حفاظت میں انتظامیہ کی ناکامی پر دکھ اور افسوس کا اظہار کرتی ہے، کیونکہ اس صورت حال کا قبل از وقت اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ یہ امر انتہائی اہم ہے کہ حکومت ان تمام افراد کو جن کا فیصل آباد کی بد نظمی کے نتیجے میں نقصان ہوا ہے، فوری طور پر ریلیف فراہم کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ آئندہ کوئی بھی شخص حالات میں بگاڑ پیدا نہیں کرے گا۔

''جوائنٹ ایکشن کمیٹی'' تمام فرقوں سے مخلصانہ اپیل کرتی ہے کہ وہ تحمل کا مظاہرہ کریں اور ہر ایسے عمل سے اجتناب کریں جو عوام میں مزید انتشار پیدا کرنے کا باعث بنے۔ ہم آہنگی کے اس نصب العین کو زک نہ پہنچائیں، جس کو حاصل کرنے کے لیے بشپ جان جوزف نے اپنی جان کی قربانی دی۔

''جوائنٹ ایکشن کمیٹی'' کی رائے میں گزشتہ چند روز میں جو کچھ ہوا ہے، وہ حکومت کی اس پالیسی کا نتیجہ ہے جس کے تحت وہ کثیر الفرقہ جاتی جمہوری نظام کے اصولوں سے ہٹ گئی ہے۔ جس کی بنیاد عقیدہ، جنس، لسانیت یا سماجی حیثیت سے قطع نظر، تمام شہریوں کی مساویانہ حیثیت پر ہے، جداگانہ طریق انتخاب کے ناقابل دفاع نظام اور بے شمار ایسے قوانین نے، جو عقیدے اور جنس کی بنیاد پر شہریوں کے درمیان تفریق روا رکھتے ہیں، نہ صرف شہریوں کو سیاسی اور قانونی حوالے سے تقسیم کر دیا ہے، بلکہ انہوں نے مختلف گروہوں کے مابین ذہنی اور سماجی باہمی عمل کو بھی ناممکن بنا کر رکھ دیا ہے۔ حکومت نے معاشرے کے رجعت پسند حلقوں کی سرپرستی کی جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے، اس

نے ان حلقوں کو اتنا حوصلہ بخشا ہے کہ قتل و غارت سے وہ اپنی مرضی مسلط کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ "جوائنٹ ایکشن کمیٹی" واضح طور پر تنبیہ کرتی ہے کہ عین ممکن ہے کہ مذہبی اقلیتیں، چھوٹے گروہ، خواتین اور پسماندہ طبقات، اس بڑھتی ہوئی عدم رواداری کا فوری شکار ہوں۔ ناروا داری کا یہ سرطان نہ صرف ہر اس چیز کو تلف کر دے گا جو ہماری زندگیوں میں ہمیں عزیز ہے، بلکہ یہ پاکستان کے ایک آزاد جمہوری، منصفانہ اور خوش حال معاشرہ بننے کے تمام امکانات بھی ختم کر دے گا۔ کوئی بھی شخص جو حکومت میں ہے یا بالواسطہ طور پر، معاشرے کو عقیدے، جنس یا کسی دیگر بنیاد پر تقسیم کرنے میں فریق بنتا ہے، وہ عوام کو ذہنی جمود، اخلاقی گراوٹ، سیاسی تنزل اور سیاسی و سماجی پسماندگی میں دھکیلنے کا مرتکب ہو گا۔

لہٰذا "جوائنٹ ایکشن کمیٹی" انتظامیہ، سیاسی جماعتوں اور عوامی رائے رکھنے والے رہنماؤں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ فوری یا طویل مدتی ایسے اقدامات کریں جو ناروا داری کی قوتوں پر قابو پانے میں مددگار ثابت ہوں، اور ملکی سیاسی ڈھانچے اور حکومت کی اجتماعیت مخالف پالیسیوں اور کارروائیوں میں پائے جانے والے نقائص کی اصلاح کریں۔ فرقہ وارانہ مساوات اور ہم آہنگی کے اصولوں پر یقین کو عمل کے ذریعے ثابت کیا جائے۔ تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت کے لیے مؤثر ضمانتیں فراہم کی جائیں اور ہر وہ شخص یا ادارہ جو ان حقوق کی کسی بھی طریقے سے خلاف ورزی کرتا ہے، اس سے سختی کے ساتھ نمٹا جائے۔ اس سلسلے میں آغاز یوں کیا جا سکتا ہے کہ تمام امتیازی قوانین کو ختم کیا جائے اور تمام شہریوں کو قانون کے روبرو مساویانہ حیثیت کا مالک قرار دیا جائے۔

مجلس عمل معاشرے کے تمام جمہوری اور انصاف پسند عناصر سے بھی اپیل کرتی ہے کہ وہ فرقہ وارانہ نفرت اور ناروا داری کے علم برداروں کے خلاف ایک متحدہ محاذ تشکیل دیں اور پیشتر اس کے کہ بہت دیر ہو جائے، میدان عمل میں اتر آئیں۔ وہ اس بات کا عملی ثبوت پیش کریں کہ عوام کی زیادہ تر اکثریت قوم کے ضمیر اور مستقبل کے خود ساختہ محافظوں (جن کی تعداد بہت کم ہے) کے روبرو گھٹنے ٹیکنے کے لیے تیار نہیں۔ اس سلسلے میں "جوائنٹ ایکشن کمیٹی" کو یہ بھی اُمید ہے کہ میڈیا زخموں کو صحت یاب کرنے کے سلسلے میں اپنا بنیادی فرض پورا کرے گا، نہ کہ ان زخموں کو مزید خراب کرے گا۔

بسا اوقات پیش آنے والے واقعات جذبات کو اتنا مشتعل نہیں کرتے، جتنا پیغام کا وہ انداز، جو لوگوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس صورت میں ناروا داری بڑھے گی، اگر میڈیا، ناروا داری کے علم برداروں کو وہ عزت اور تعظیم بخشے گا جو اس کا وطیرہ ہے۔

اسی اثنا میں ہم عوام سے دو مخصوص اپیلیں کرتے ہیں۔ (ا) وہ اپنے مظاہروں اور احتجاجوں کو

مکمل طور پر پُرامن رکھیں اور کسی کو بھی شرارت کرنے کے لیے کوئی جواز فراہم نہ کریں۔ (۲) پریس کی ایک خاص ذمہ داری ہے کہ وہ جلتی پر تیل نہ ڈالے، بلکہ جذبات کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے اپنے پیشہ ورانہ شعور اور سمجھ کو بروئے کار لائے۔

[مختلف سیاسی اور مذہبی نظریات سے تعلق رکھنے والی ۲۰ غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) اور انسانی حقوق کے فعال کارکنوں کی طرف سے جاری کیا گیا]۔ (پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" - لاہور، ۱۶-۳۱ مئی ۱۹۹۸ء)

☆ مدیر "کلام حق" کے تاثرات

[معروف مسیحی عالم ڈاکٹر پادری کے۔ایل۔ناصر کے صاحبزادے جناب میجر (ریٹائرڈ) ٹی۔ناصر اپنے والد کی دینی روایت کے پاس دار ہیں۔ ماہنامہ "کلام حق" (گوجرانوالہ) بابت مئی۔جون ۱۹۹۸ء میں اُنھوں نے بشپ جان جوزف کے سانحہ ارتحال پر ایک سے زائد عنوانات کے تحت اظہار خیال کیا، ذیل میں ایک مضمون "برگشتہ قوم" کا ابتدائی حصہ اور دوسرا مضمون "بشپ جان جوزف کے قتل کی کڑیاں" من وعن نقل کیا جاتا ہے۔ مدیر]

(الف) گزشتہ روز ملک بھر میں تعزیراتِ پاکستان ۲۹۵-سی کے خاتمے کے لیے پُرامن و پُر تشدد مظاہرے ہوئے۔ چند افراد مبینہ طور پر ہلاک ہوئے، درجنوں زخمی اور سینکڑوں گرفتار۔ ہم نے قوم کو ان مظاہروں سے روکنے کی کوشش کی اور غدار کا خطاب پایا۔ آج مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۹۸ء معلوم ہوا کہ ۲۹۵-سی ختم نہ ہو سکی۔ بشپ جان جوزف کی موت یا قتل پر تمام حقائق کے منظر عام پر آنے سے بیشتر یہ تمام کارروائی بلا جواز تھی۔ میں مسیحی قوم سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مظاہرے، یہ توڑ پھوڑ کلام مقدس کے کس حکم کی تعمیل میں کی گئی؟ سبھی مذہبی و سیاسی رہنماؤں نے مسیحیوں کے جذبات کو بھڑکا کر یہ نامعقول کارروائی کی ہے۔ کاش ہمارے مذہبی اور سیاسی رہنما رومیوں ۱۳ باب ۱ تا ۳ پڑھ لیتے تو نہ بشپ صاحب قتل ہوتے، نہ مسیحی مزید مشکلات کا شکار ہوتے۔ افسوس کہ ہمارے مسیحی رہنما اپنی دینی ذمہ داری بھول چکے ہیں۔ آج کے پاسبان اس قابل بھی نہیں کہ موقع و محل کے مطابق کلام کا واعظ بھی کر سکیں۔ یہاں میڈیکل سائنس پر وعظ ہوتے ہیں، کلیسیا خاموش رہتی ہے۔ مسیحی بنیادی عقائد کے خلاف لیکچر دیے جاتے ہیں، کلیسیا خاموش رہتی ہے۔ یہاں بدعتی تعلیم دی جاتی ہے، کلیسیا خاموش رہتی ہے۔ یہاں عبادت کو ناچ گانے میں تبدیل کر دیا

گیاہے، کلیسیا خاموش ہے۔ مسیحیوں کو شراب کے پرمٹ بھی مذہبی رہنماؤں کی سفارش پر ملتے ہیں اور قوم مسیح بڑے ہوٹلوں میں لائنیں لگا کر شراب خریدتی ہے۔ زندہ مسیح کی کتنی بڑی گواہی دی جاتی ہے! مسیحیوں کے لیے شراب پینے کا حکم کہاں درج ہے؟ ذرا ہمیں بھی معلوم ہو، لیکن گزشتہ کئی برسوں سے صرف ایک رٹ لگائی جاتی ہے کہ ۲۹۵-سی ختم کرو۔ کیوں؟ کیا دوسرے مذاہب کی بزرگ ہستیوں کی توہین کا بھی اجازت نامہ چاہیے؟ ہمارے ہر فرقے کے بشپ مناسب تعلیم دینے سے بھی قاصر ہیں۔ بے شمار بشپ پیدا ہو گئے ہیں، ایک سے زائد شادیاں رچا کر بشپ بن جاتے ہیں، سارے مل کر اپنے حلقوں میں مالی بدعنوانی کرتے ہیں اور جب کوئی پکڑا جائے تو آسانی سے چھوٹ جاتا اور گلے میں صلیب لٹکائے خود کو فرشتہ ظاہر کرتا ہے۔ شفائیہ کروسیڈز کے نام پر ڈھونگ کیا جاتا ہے۔ اربوں روپے کی مالیت کی کلیسیائی املاک فروخت کر دی گئیں۔ کتنے جلوس نکلے؟ امریکن مشن کی اپنی تعزیر میں ۲۹۵-سی سے ملتی جلتی شق غیر تحریری صورت میں موجود ہے، اور امریکن مشن کے اس ذاتی قانون نے کتنے مسیحیوں کو مقدمات چلائے بغیر زندہ درگور کر دیا ہے۔ کیا یہ احساس ہے مسیحی قوم میں؟---

(ب) قومی اخبارات اب تک یہی فرما رہے ہیں کہ تقدس مآب بشپ جان جوزف نے خودکشی کی ہے، لیکن ان کی موت پر جتنا غور کیا جائے، یہ بات ہی سامنے آتی ہے کہ ان کو قتل کیا گیا۔ قاتل کون ہے؟ اگر ٹھیک سمت میں تحقیق ہو تو معلوم کرنا چنداں مشکل کام نہیں۔ چونکہ میرا پیشہ ہتھیاروں سے کھیلنا رہا ہے، لہٰذا چند ایک ضروری نکات ذہن میں آئے ہیں۔

ا۔ کیا بشپ صاحب کو معلوم نہیں تھا کہ خودکشی نا قابل معافی گناہ ہے اور کیا ایسے بلند حوصلہ شخص سے خودکشی کی اُمید ہو سکتی ہے؟

۲۔ اگر بشپ صاحب نے احتجاجی طور پر خودکشی کرنی تھی تو دن کے اجالے میں عوام کے سامنے یا عدالت میں خودکشی کرتے۔ رات کے وقت جب عدالت بند تھی، دیکھنے والا بھی کوئی نہیں تھا، خودکشی کرنا عجیب سی بات لگتی ہے۔

۳۔ اگر بشپ صاحب نے پستول کی نالی اپنی کنپٹی پر رکھ کر فائر کیا تو

(الف) جس جگہ فائر ہوا وہاں پستول سے نکلنے والے شعلے سے جلنے کا نشان ہونا ضروری ہے۔

(ب) گولی کے دخول کی جگہ کاربن کی موجودگی کا ہونا ضروری ہے۔

(ج) اگر دماغ میں گولی ماری جائے تو جسم کا ہر حصہ اپنی جگہ پر ساقط ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ہتھیار گرتا بھی ہے تو نعش کے قریب ترین ہونا ضروری ہے۔

(د) جس ہاتھ سے گولی چلائی جائے اس پر بارود کے ذرات رہ جاتے ہیں۔ کیا بشپ صاحب کے ہاتھ پر بارود کے ذرات موجود تھے؟

(ہ) نعش جس طریقہ سے زمین پر ملی، بشپ صاحب کا داہنا ہاتھ سینے پر تھا، یہ ناممکن ہے۔ وہ پستول (پستول اس لیے کہ ریوالور کا خول ریوالور میں رہ جاتا ہے، جبکہ پستول کا خول باہر گرتا ہے) جس سے بشپ صاحب نے مبینہ طور پر خودکشی کی، اس کا خول کہاں گیا اور نعش اور ہتھیار میں کتنا فاصلہ تھا؟

۴۔ جب بشپ صاحب مبینہ طور پر خودکشی کرنے لگے تو ان کے ساتھی ان سے کتنے فاصلے پر تھے اور کیا انہوں نے بشپ صاحب کو روکنے کی کوشش کی؟

۵۔ بشپ صاحب کی مبینہ خودکشی کے فوراً بعد پولیس کو اطلاع دی گئی؟ اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا تھی؟

۶۔ کیا بشپ صاحب کے دونوں ساتھیوں کے علاوہ کوئی تیسرا بھی وہاں موجود تھا جو شاید پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت اندھیرے میں وہاں موجود تھا؟ اور کیا بشپ صاحب کے دونوں ساتھی مشکوک نہیں؟

بشپ صاحب کی مبینہ خودکشی یا قتل کا معاملہ نہایت پیچیدہ ہے اور اس کی ہر زاویے سے تحقیق ہی حقائق کو منظر عام پر لا سکتی ہے۔ امید ہے کہ پولیس کے ماہرین اصل حقائق تک ضرور پہنچیں گے۔ (ماہنامہ "کلام حق"، گوجرانوالہ، مئی-جون ۱۹۹۸ء)

☆ کراچی میں "کرسچینز کاز پروٹیکٹرز" کے قیام کا اعلان

ڈاکٹر بشپ جان جوزف کی شہادت ہمارے لیے ایک غور طلب سوال ہے۔ ان کے مشن کو جاری رکھتے ہوئے تمام امتیازی قوانین کے خاتمے تک جنگ جاری رکھنے کا عزم کرتے ہوئے کراچی کے مسیحیوں نے "کرسچینز کاز پروٹیکٹرز" کے قیام کا اعلان کر دیا۔ ڈاکٹر عتیق نے "سپاہ مسیحا" کی مخالفت کرتے ہوئے لاہور کے بشپ جان الیگزینڈر ملک کے بیان کی پُرزور مذمت کی اور بشپ جان جوزف پر لکھی ہوئی خوبصورت نظم بھی پیش کی۔

موت تیری پر سیاست ہو گی شاعری ہو گی
کتنے لفظوں میں عیاری ہو گی مکاری ہو گی
جن لوگوں نے بوئے تھے بیج ظلمت کے
انہی لوگوں نے لاش لحد میں اتاری ہو گی

پارلیمانی سیکرٹری حکومت سندھ مائیکل جاوید نے کہاکہ آج میں ایک عام آدمی کی طرح آپ کے درمیان موجود ہوں اور ''کرسچینز کاز پروٹیکٹرز'' کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے کہاکہ اس عظیم سانحہ کے بعد بھی اگر ہم متحد نہ ہوئے تو پھر ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔ بشپ (منتخب) اعجاز عنایت نے کہاکہ اگر یہ تنظیم سچی لگن سے کام کرے گی تو مقصد کا حصول ناممکن نہیں۔ دعا اور روزے میں ٹھہرنے کی ضرورت ہے۔ سلیم انوار چوہدری نے کہاکہ ہمیں عدم تشدد پر پوری توجہ کی ضرورت ہے۔ ہم پُرامن مسیحی لوگ ہیں۔ ہمیں جنگ میں امن جیتنا ہے۔ آرتھر برکی آرتھر نے دانشوروں کو مشورہ دیا کہ اپنے قلموں کو استعمال کریں اور بشپ جان جوزف کے مشن کو جاری رکھیں۔ مسیحی - مسلم اتحاد کے لیے کوششیں کرنے والا آج ہم میں نہیں، اس لیے ہمیں مسلم علماء سے مل بیٹھ کر بات چیت کی ضروت ہے۔ اقبال خرم نے کہاکہ سڑکوں پر آنا زندہ قوموں کی نشانی ہے، ہم اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔ پیٹر ممتاز نے کہاکہ ہمیں راہوں کو درست کر لینا چاہیے۔ جولیئس فہیم نے کہاکہ اگر دیوار برلن گر سکتی ہے تو دعا سے دلوں میں پیدا ہونے والی دیوار کو بھی گرایا جا سکتا ہے۔

جیکسن سلیم سرویا نے کہاکہ اگر جذبے جواں ہوں تو کوئی بھی دیوار راستے میں نہیں ٹھہر سکتی۔ منشی کے - جل نے کہاکہ اسرائیل پر جب بھی کوئی پریشانی آئی تو خدا نے کوئی نہ کوئی بندہ پیدا کیا، تو کیا ہمارا خدا ایسا نہیں کر سکتا؟ روزہ رکھیں، دعا کریں۔ ۲۹۵ - سی کا قانون ضرور ختم ہو گا۔

ان خیالات کا اظہار سلیم انوار چوہدری کے دولت خانہ پر ہونے والے ایک اجلاس میں مقررین نے کیا۔ (رپورٹ آرتھر برکی آرتھر، ماہنامہ ''مکاشفہ''، فیصل آباد - مئی ۱۹۹۸ء)

مسیحیوں اور مسلمانوں کے ایک مشترکہ وفد کی صدر مملکت سے ملاقات

سوموار ۱۸ مئی ۱۹۹۸ء کو مسیحیوں اور مسلمانوں کے ایک مشترکہ وفد نے صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ سے ملاقات کی۔ یہ وفد جے - سالک، مولانا عبدالقادر آزاد، صاحبزادہ فیض القادری، علامہ زبیر احمد ظہیر، فادر جیمز چنن، فادر جیکب ڈوگرا اور پادری سردار ایف - ایم - گڈ سدھنا پر مشتمل تھا۔ اس وفد نے صدر مملکت کو پاکستان میں مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان پائی جانے والی کشیدگی اور انہیں پاکستانی مسیحیوں کے مسائل سے آگاہ کیا۔ نیز تقدس مآب ڈاکٹر بشپ جان جوزف کی شہادت کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔

صدر محمد رفیق تارڑ نے کہاکہ مجھے بشپ ڈاکٹر جان جوزف کی موت پر دلی افسوس ہے۔ انہوں نے کہاکہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کو یقینی بنایا جائے گا اور مسیحیوں سمیت ملک کے تمام

شہریوں کا تحفظ کیا جائے گا، میرے دل میں مسیحیوں کے لیے بے حد عقیدت اور احترام ہے اور میں وطنِ عزیز کے لیے ان کی تمام خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے پاکستان کے وزیر قانون اور چیف جسٹس اے۔ آر۔ کارنیلیس مرحوم کی شاندار خدمات کو بے حد سراہا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے مذہب اسلام میں مسیحیوں کے لیے بہت احترام ہے اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت یسوع المسیح اور حضرت مریم صدیقہ کا بہت بلند مقام ہے اور حضرت مریم صدیقہ کو دنیا جہان کی عورتوں میں عظیم ترین مرتبہ عطا کیا گیا ہے۔ انہوں نے مسیحی۔ مسلم رابطہ کی تعریف کی اور کہا کہ اس قسم کے پروگرام جاری رہنے چاہئیں۔

صدر پاکستان کے ساتھ یہ ملاقات ایک گھنٹہ تک انتہائی خوشگوار ماحول میں جاری رہی۔ صدر صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے مولانا عبدالقادر آزاد نے کہا کہ ہم مسیحیوں کے ساتھ انتہائی قریبی روابط کے قائل ہیں۔ جب میرے ان بھائیوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ جب شانتی نگر کا افسوس ناک واقعہ ہوا تو اس کا مجھے بہت صدمہ پہنچا اور میں خود مسلم لیگ کی ایک ٹیم کے ساتھ وہاں گیا اور بائبل مقدس کی راکھ کو اپنے منہ پر لگایا اور چرچ کی تعمیر میں حصّہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں مسیحیوں کے ساتھ رواداری کا سلوک کرنا چاہیے کہ یہ اسلام کا درس ہے اور حضرت یسوع نے بھی انجیل کے ایک حصّہ میں فرمایا کہ "مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں" (متی ۵ : ۹)۔ فادر جیکب ڈوگرا نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مسیح یسوع امن کا شہزادہ ہے اور مسیحیت امن کا مذہب ہے اور ہم اس پیغام کو آگے بڑھانے اور عام کرنے کے لیے بلائے گئے ہیں۔

راقم الحروف نے صدر پاکستان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ ہم مسیحی پاکستانی شہری ہیں اور ہمارا تن، من، دھن وطنِ عزیز کے لیے ہے اور ہم نے اپنے وطن کے لیے قربانیاں دی ہیں اور آئندہ بھی کسی قسم کی قربانی دینے سے گریز نہیں کریں گے۔ بہت مرتبہ بے گناہ اور معصوم لوگوں پر ۲۹۵۔بی اور ۲۹۵۔سی کی دفعات کے تحت جھوٹے مقدمات درج کر دیے جاتے ہیں اور پھر ان کی زندگی اجیرن بنادی جاتی ہے۔ ان دفعات کی آڑ میں نعمت احمر، منظور مسیح، بنتو مسیح اور ڈاکٹر فاروق سجاد کے قتل بھی ہو چکے ہیں۔ یہ قوانین اتنے غیر محفوظ ہیں کہ اگر عدالت ملزمان کو رہا بھی کر دے تو چند انتہا پسند انہیں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، اور ان بے گناہ لوگوں اور خصوصاً مسیحیوں کے لیے اپنے ملک میں خاندان کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن بنادیا جاتا ہے۔ اس کے لیے سلامت مسیح، رحمت مسیح اور گل مسیح کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ راقم الحروف نے بشپ ڈاکٹر جان جوزف کے بارے میں صدر مملکت کی طرف سے کوئی بیان نہ آنے کا گلہ بھی کیا، نیز حالیہ احتجاجی مہم کے دوران راولپنڈی، لاہور، فیصل آباد، کراچی اور دیگر شہروں میں گرفتار مسیحیوں کی رہائی

کا مطالبہ بھی کیا، نیز تمام امتیازی قوانین کو ختم کرنے کے لیے بھی استدعا کی۔ صدر مملکت نے اس سلسلے میں ضروری کارروائی کرنے کا یقین دلایا۔ اس موقع پر سابق وفاقی وزیر جے۔ سالک، علامہ زبیر احمد ظہیر اور پادری سردار گڈ سدھنا نے بھی اظہار خیال کیا، جب کہ راجہ ظفر الحق وزیر مذہبی و اقلیتی امور بھی اس ملاقات میں موجود تھے۔ (رپورٹ- فادر جیمز چنن، ماہنامہ "شاداب" - لاہور، مئی ۱۹۹۸ء)

انگریزی اخبارات وجرائد کے مضامین پر ایک نظر

[وطنِ عزیز کے انگریزی اخبارات وجرائد میں سیکولر-لبرل دانشوروں کے افکار کو نسبتاً زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ بشپ جان جوزف کے سانحہ ارتحال سے اُنہوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے وطنِ عزیز کی نظریاتی اساس اور اِس حوالے سے بعض قوانین کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ "اسلامک انسٹی ٹیوٹ آف میڈیا ریسرچ- کراچی" نے دفعات ۲۹۵-ب اور ۲۹۵-ج کے بارے میں انگریزی اخبارات کے بعض مضامین اور مراسلات کا خلاصہ تیار کیا ہے جو "انسٹی ٹیوٹ" کے شکریے کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اخبارات کے "کراچی ایڈیشن" پیشِ نظر رکھے گئے ہیں۔ مدیر]

عزیز احمد صدیقی ("ڈان" - ۱۰ مئی) نے اِس خیال کا اظہار کیا ہے کہ بشپ جان جوزف اپنے مستقبل سے نہیں، حال سے مایوس تھے۔ اُن کی خود کشی کا مقصد قانون توہینِ رسالت کے غلط استعمال پر لوگوں کو توجہ دلانا تھا۔

راشد رحمان ("دی نیوز" - ۱۲ مئی) نے لکھا ہے کہ ضیاء الحق کے دور میں مذہبی عدم برداشت کی جو فضا تیار ہوئی تھی، وہ قائم ہے اور انتشار پیدا کر رہی ہے۔ اِس سے اقلیتوں پر ظلم و تشدد اور امتیازی رویوں میں اضافہ ہوا ہے۔ شانتی نگر کے واقعے کے بعد ہم نے "سپاہ مسیحا" قائم کرنے کی اپیلیں سنیں اور بشپ جان جوزف کی تدفین کے موقع پر اِس بات کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں کہ مسیحی جنگجو دستے سامنے آ جائیں۔ اگر عدم تحفظ کی فضا ختم نہ کی گئی تو صورتِ حال ہاتھ سے نکل جائے گی، اور اسی راستے پر چل پڑے گی جو فرقہ وارانہ تقسیم کا راستہ ہے۔

عزیز الدین احمد ("نیشن" - ۱۴ مئی) نے اپنے مضمون Enemy Within [آستین کے سانپ] میں لکھا ہے کہ ۲۹۵-ج اقلیتوں کے تحفظ کا قانون نہیں۔ اِس قانون کے حامی دعویٰ